© rasailojaraid.com

کاغذی زر کی نقدی حیثیت
اسلام کا نظریہ تامین قدر اور اشاریہ بندی

شاہ محی الدین ہاشمی ☆

کاغذی یا قانونی زر (Fiat Money) زر کی ایک ترقی یافتہ شکل ہے۔ اس کی ایجاد سے قبل دنیا میں اجناسی زر (Comodity Money) یا حقیقی زر (Real Money) کا رواج تھا' جو قیمتی دھاتوں کی شکل میں ہوتا تھا۔ فقہاء امت کا اجماع ہے کہ سونا اور چاندی پیدائشی لحاظ سے زر کی حیثیت رکھتے ہیں۔ قرن ہا قرن تک بطور معیار قدر ان کے استعمال میں یہی حکمت کارفرما رہی ہے کہ یہ اصلاً اور خلقتاً زر ہیں اور ان کی قدر و قیمت میں تغیرات کا وقوع بہت نادر ہوتا ہے۔ امام غزالی اور دیگر کئی مشاہیر اہل علم اس نظریے کے حامل ہوئے ہیں کہ ان اجناس کی وجہ تخلیق ہی یہی مذکورہ اوصاف ہیں (۱)

سونے چاندی کی نقدی صلاحیت تو فطری ہے لیکن شریعت نے زر کے انتخاب و استعمال کے سلسلے میں کسی قسم کی پابندی عائد نہیں کی بلکہ اس باب میں بڑی وسعت اور گنجائش رکھی گئی ہے۔ امام مالک کے بقول لوگ اگر چمڑے کو بھی بطور آلہ مبادلہ اپنا لیں تب بھی کچھ حرج نہیں (۲)

معاشی ترقی کے موجودہ دور میں اجناسی اور حقیقی زر کا رواج تقریباً ختم ہو چکا ہے' اب کاغذی زر کا دور دورہ ہے کیوں کہ یہ ایک سہل ترین آلہ مبادلہ ہے اور اس کا ذخیرہ و انتقال بھی بہت آسان ہے۔

مسلم ممالک میں حقیقی زر کا رواج بہت عرصہ تک قائم رہا مگر اس کے ساتھ ساتھ قانونی

☆ اسسٹنٹ پروفیسر علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی' اسلام آباد

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

زر کا بھی چلن ہونے لگا۔ تاریخ اسلام میں قانونی زر زیادہ تر حسب ذیل شکلوں میں رائج رہا ہے۔

۱۔ کم وزن اور کھوٹ والے دراہم اور دینار:

حکمرانوں نے حکومتی آمدنی میں اضافہ کرنے اور ملکی ضروریات کے بڑھتے ہوئے رجحان کے پیش نظر سونے چاندی کے سکوں کے وزن کو گھٹانا شروع کر دیا یا اس میں معمولی دھاتوں کا کچھ حصہ شامل کر کے ملاوٹ کرنے لگے۔

۲۔ عام معدنی سکے:

بعد ازاں دراہم اور دیناروں کے ساتھ ساتھ "فلوس" اور "فروش" وغیرہ نام کی امدادی کرنسیوں کا بھی چلن ہو گیا جنہیں تانبے اور نیکل سے بنایا جاتا تھا۔ بطور قانونی زر فلوس کا بہت رواج رہا۔

۳۔ کاغذی زر:

تیسری شکل کاغذی زر کی ہے۔ معاشی ترقی کے موجودہ دور میں اسی کا دور دورہ ہے۔ کاغذی زر اپنی تاریخ کے ابتدائی دور میں حقیقی زر میں نقد پذیر (*Convertable*) تھا۔ نوٹ دراصل اس قرض کی سند ہوتا تھا جو نوٹ کے حامل کا بنک کے ذمہ ہوتا تھا۔ اس طرح اس کی قانونی اور رواجی حیثیت ایک وثیقہ اور حوالہ کی تھی۔ تب علماء نے بھی بالعموم فقہی مسائل میں اسے سند اور حوالہ ہی قرار دیا اور نوٹ کی مالیت و نقدیت کا انکار کرتے ہوئے یہ فتوی دیا کہ نہ تو کاغذی نوٹ پر زکوۃ واجب ہے اور نہ اس پر احکام ربوا کا اطلاق ہوتا ہے۔ قدیم ہندوستانی علماء کے فتاوی میں یہ چیز دیکھی جا سکتی ہے (۳) فقہی اصطلاح میں نوٹ "حوالہ" کہلایا، نوٹ ادا کرنے والا "محیل" وصول کرنے والا "محتال" اور بنک "محتال علیہ" کہلایا۔ (۴)

بعد میں جب حکومتوں نے سونے چاندی کی جمع مقدار کو نظر انداز کرتے ہوئے زیادہ نوٹ چھاپنے شروع کر دیے تو نوٹ کی حیثیت محض قانونی و الزامی (*Inconvertable*) رہ گئی۔ اب بنک اس کے بدلے سونا یا چاندی دینے کا پابند نہیں ہے۔ کرنسی نوٹ پر اگرچہ ادائیگی کا وعدہ ضرور لکھا ہوتا ہے مگر یہ ایک بے معنی سی بات ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مطالبے پر سو روپے کے نوٹ کے بدلے ایک روپے کے سو نوٹ مل سکتے ہیں۔ انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا کا مقالہ نگار

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لکھتا ہے:

"IT is hard to say Precisely What" issued by the Central Bank" means. In the U.S., For example, The Currency bears the word "Federal Reserve Note" but these notes are not obligations of the Federal Reserve Banks in any meaningful sense. The holder who Presents them to a Federal Reserve Bank has not right to any thing except other Pieces of Paper additing upto the same face value. The situation is much the same in most other countries".(5) بنابریں نوٹ کو حوالہ اور زر خلقی کی سند نہیں کہا جا سکتا۔

کاغذی کرنسی کی نقدی حیثیت اور اس کے مال ہونے پر تو اب کوئی اشکال نہیں رہا' اس لئے اس پر وجوب زکوٰۃ اور وقوع ربا کے احکام بلا تردد جاری کیے جاتے ہیں۔ اصل مسئلہ اس کی قدر کی بے ثباتی اور تغیرات کا ہے کہ ان کے ہوتے ہوئے بھی کیا اس پر حقیقی زر کے تمام احکام کا اطلاق ہو گا یا نہیں' یا دوسرے لفظوں میں کیا مؤجل ادائیگیوں (Defferd Payments) میں حقیقی زر کی طرح اس میں بھی بہرحال عددی مثلیت کا لحاظ رکھا جائے گا یا ان میں حقیقی قدر ملحوظ رکھی جائے گی۔ یہ مسئلہ پیچیدہ ہونے کے ساتھ ساتھ انتہائی اہمیت اختیار کر گیا ہے اور آج غیر سودی نظام کے اجراء کی جو کاوشیں ہو رہی ہیں ان کے ضمن میں اس مسئلے کا شافی حل ملت اسلامیہ کے اہل علم افراد کی ترجیحی ذمہ داری ہے۔

یہاں حقیقی زر اور کاغذی زر میں فرق کی مختلف وجوہ ذکر کی جاتی ہیں۔

حقیقی زر کی یہ خاصیت ہے کہ اس کی قدر (Value) ذاتی ہوتی ہے' یعنی کسی کی تعیین کی محتاج نہیں ہوتی۔ حقیقی یا خلقی زر کی اس فطری صلاحیت کی بنا پر اس کی قدر کو کالعدم نہیں کیا جا سکتا۔ اگر حکومت اس کی زری حیثیت کو بالفرض ختم بھی کر دے تب بھی اس کی قدر بطور جنس (Comodity) برقرار رہے گی' کیوں کہ سونا چاندی اپنی قوت خرید کے علاوہ بھی مستقل افادیت رکھتے ہیں۔ اسی بنا پر فقہاء نے یہ تصریح کی ہے کہ موجل ادائیگیوں کی صورت میں اس زر کی کساد بازاری بھی اس کی مثلی حیثیت کو ختم نہیں کر سکتی (٦) کاغذی زر کی نوعیت اس لحاظ سے حقیقی زر سے بالکل مختلف ہے' ذاتی حیثیت میں اس سے نہ پیٹ بھرتا ہے' نہ بدن ڈھکتا ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نہ یہ زیب و زینت کے کام آ سکتا ہے۔ اس کرنسی کے قبول عام کا سبب صرف یہ ہوتا ہے کہ حکومت اس کی ضمانت فراہم کرتی ہے' گویا اس زر کی قبولیت اور قدر اعتبار' قانون' طاقت اور رواج پر مبنی ہوتی ہے۔ نیز چونکہ اس کی قدر ذاتی نہیں ہوتی للذا اس کی قدر اس کے وزن کے ساتھ وابستہ نہیں ہوتی۔ علاوہ ازیں حقیقی زر کے برعکس حکومت اگر اس کی نقدیت کو ختم کر دے تو وہ بالکل بے قدر و قیمت ہو کر رہ جائے' بلکہ نقدیت ختم کیے بغیر بھی دوسرے ممالک میں اس کی کوئی وقعت نہیں ہوتی۔

یہاں یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ ماہرین معیشت نے زر کے جو بنیادی وظائف بیان کیے ہیں ان میں سے اکثر کاغذی زر میں مفقود ہیں۔ یہ نہ تو موجل ادائیگیوں میں معیار ٹھہرایا جا سکتا ہے اور نہ اس کی قدر کو ذخیرہ کیا جا سکتا ہے۔ چونکہ نوٹوں کی قدر کم ہوتی رہتی ہے اس لئے بجائے اس کے کہ وہ خود قیمتوں کے لئے معیار بنیں' اب اشیاء (Comodities) ان نوٹوں کی قدر متعین کرنے کے لئے معیار بن گئی ہیں۔

دراہم و دینار میں ثمنیت اور وزن دونوں کا لحاظ رکھا جاتا ہے۔ چنانچہ جس طرح ایک دینار کی دو دیناروں سے بیع ربوا ہے' اسی طرح زیادہ وزن کے دینار کی کم وزن کے دینار سے بیع بھی ربوا ہے (۷) کاغذی نوٹوں کا معاملہ ایسا نہیں۔ اس میں صرف قیمت کا لحاظ کیا جائے گا' گنتی یا وزن میں مثلیت ضروری نہیں ہو گی۔ چنانچہ پچاس روپے کے ایک نوٹ کے عوض ایک روپے کے پچاس نوٹ دیے جائیں تو یہ ربوا نہیں ہو گا حالانکہ عدد اور وزن دونوں بڑھ گئے ہیں۔

زر حقیقی اور سامان (Comodities) میں فقہاء کا اتفاق ہے کہ ان کے مبادلے اور قرض میں مثلیت ہی معتبر ہوگی مگر "فلوس" اور کھوٹ والے سکوں کے بارے میں فقہی آراء مختلف ہیں کہ آیا اس کرنسی کے قدری تغیرات (بصورت انقطاع' کساد اور گرانی و ارزانی) میں قیمت کا لحاظ ہو گا یا عددی مماثلت کا۔

فقہاء امت نے زر حقیقی اور زر کاغذی کے اس فرق کو ملحوظ رکھتے ہوئے زکوۃ اور دیگر مالی نصابات میں کاغذی زر کو بطور معیار معتبر نہیں سمجھا بلکہ اسے سونے چاندی اور دیگر حقیقی قدر کی حامل اجناس سے وابستہ کیا ہے تاکہ اس زر کے تغیرات مقتضاء شرع کو مجروح نہ کر سکیں۔ اس طرح مختلف زمانوں میں نصاب زکوۃ اور صدقہ فطر وغیرہ کی تعیین میں فرق کیا ہے۔ چنانچہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جب کسی کے پاس اتنے روپے ہوں کہ ساڑھے سات تولہ سونے یا ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر ہو جائیں تب زکوۃ واجب ہو گی۔ قدیم علماء کی تحریروں سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنے وقت میں فلوس کو بھی حقیقی زر اور درہم و دینار کے مشابہ قرار نہیں دیا۔

امام شافعی نے کتاب الام میں لکھا ہے:

"الذھب و الفضۃ بائنان من کل شیئی لایقاس علیھما غیر ھما"(۸)

(سونے چاندی پر کسی بھی دوسری شے کو قیاس نہیں کیا جا سکتا)۔

مگر متاخرین نے یہ محسوس کرتے ہوئے کہ کاغذی زراب بعرف و اصطلاح اور بلحاظ قانون کرنسی کا درجہ اختیار کر چکا ہے اور اسے قبول عام بھی حاصل ہے اس لئے انہوں نے اسے کچھ امور میں تو زر حقیقی کے قائم مقام ٹھہرایا اور اس میں وجوب زکوۃ و وقوع ربوا کو درست سمجھا مگر اس ضمن میں اس قدر غلو اور افراط بھی مناسب نہیں کہ یہ دعوی کیا جائے کہ کاغذی زر اپنے تمام احکام کے اعتبار سے حقیقی زر کے مشابہ ہے جیسا کہ مجمع الفقہ الاسلامی کی ایک قرار داد میں کہا گیا ہے۔ (۹)

زر کی تأمین قدر:

قدر زر کی تامین کے بارے میں اسلامی شریعت کی روشنی میں چند اصولی مباحث پیش کیے جاتے ہیں۔

(ا) حقوق کی ادائیگی:

اہل حقوق کو ان کے حقوق کی ادائیگی کے بارے میں اسلام کی تعلیمات بہت واضح ہیں۔ اس سلسلے میں اسلام نے قطعاً کوئی رو رعایت نہیں برتی۔ چنانچہ ایسے لوگوں کو جو حقوق العباد میں کوتاہی برتیں' سخت تنبیہہ کی ہے اور انہیں دنیا و آخرت میں سزا کا مستوجب ٹھہرایا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

"لتؤدن الحقوق الی اھلھا یوم القیامۃ حتی یقاد للشاۃ الجلحاء من الشاۃ القرناء"(۱۰)

(یعنی قیامت کے روز اہل حقوق کو ان کے حقوق مل جائیں گے حتی کہ بے سینگ بکری کو بھی اپنا حق سینگ والی بکری سے مل جائے گا)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نیز آپ کا فرمان ہے کہ:

"من اقتطع حق امری مسلم بیمینہ فقد اوجب اللہ لہ النار و حرم علیہ الجنۃ فقال لہ' رجل و ان کان شیا یسیرا یا رسول اللہ؟ قال و ان قضیباً من اراک۔" (۱۱)

(یعنی جو شخص کسی مسلمان کا حق (جھوٹی) قسم کے ذریعے غصب کر لے' اللہ اس کے لئے جہنم کو مقدر کر دیتے ہیں اور جنت کو اس کے لئے حرام کر دیتے ہیں۔ ایک شخص نے پوچھا: اے اللہ کے نبی اگرچہ وہ معمولی سی کوئی چیز ہی ہو؟ آپ نے فرمایا ہاں اگرچہ وہ اراک (۱۲) کی ایک ٹہنی ہی کیوں نہ ہو۔)

خاص طور پر ایسے حقوق جو مالی نوعیت کے ہوں' ان کے بارے میں بہت تاکید کی گئی ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ:

"ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یوتی بالرجل المیت علیہ الدین' فیسئال ھل ترک لدینہ من قضاء؟ فان حدث انہ' ترک وفاء صلی علیہ و الا قال صلوا علی صاحبکم۔" (۱۳)

(نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جب کسی مقروض کا جنازہ لایا جاتا تو آپ پوچھتے: کیا اس کے ذمہ کچھ قرض باقی ہے؟ اگر معلوم ہوتا کہ اس نے قرض سے سبکدوشی حاصل کر لی تھی تو نماز جنازہ پڑھ لیتے ورنہ لوگوں کو کہہ دیتے کہ نماز جنازہ ادا کر لو (اور خود شریک نہ ہوتے)۔

آج کے دور میں کرنسی کی قدر میں روز بروز جو کمی واقع ہو رہی ہے اس کی وجہ سے یہ ممکن نہیں رہا کہ قرض خواہوں اور تنخواہ دار طبقے کو ان کا پورا پورا حق مل سکے۔ جیسا کہ گزشتہ صفحات میں ذکر ہوا کہ شرعی ادائیگیاں یعنی زکوۃ وغیرہ (جو حقوق اللہ میں سے ہیں) کے نصابات میں کبھی کاغذی کرنسی کو معیار نہیں بنایا گیا بلکہ حقیقی زر اور بنیادی ضرورت کے سامان کو بنیاد بنایا ہے۔ اب قابل غور امر یہ ہے کہ جب ان حقوق مالیہ جو حقوق اللہ کے زمرے میں آتے ہیں میں روپے کی قدر میں کمی بیشی کی رعایت کا اس قدر اہتمام کیا جاتا ہے تو ضعیف بندوں کے حقوق (حقوق العباد) میں یہ چیز بدرجہ اولی پیش نظر رہنی چاہیے۔ ماہرین معیشت نے اس مسئلے کا ممکنہ حد تک سد باب کرنے کی غرض سے اشاریہ بندی (۱۴) (Indexation) کی سکیم پیش کی ہے تاکہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اہل حقوق کو ان کا پورا حق واپس دلوایا جا سکے۔

(ب) عدل اور عدم ظلم:

"عدل" شریعت کے عمومی اصول و مبادی کی رو سے ایک ایسا بنیادی ضابطہ ہے جس پر تمام شرعی اصول و کلیات کا مدار ہے۔ اسلام کی جملہ تعلیمات چاہے وہ سماجی نوعیت کی ہوں یا معاشی، سب عدل اجتماعی کے گرد گھومتی ہیں۔ اسلام نے انسانوں کی اجتماعی زندگی کی ترتیب و تہذیب کے لئے جتنے بھی ادارے قائم کیے ہیں سب کے سب انصاف کے اصول پر مبنی ہیں۔ اس اصل سے شارع کا مقصد مخلوق کو ظلم و جور سے بچانا ہے۔ یہی وہ اہم ترین اصل ہے جس کی رعایت دین اسلام کا سب سے بنیادی مقصد ٹھہرا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"لقد ارسلنا رسلنا بالبینات وانزلنا معھم الکتاب والمیزان لیقوم الناس بالقسط (۱۵)

(ہم نے پیغمبروں کو واضح احکام دے کر بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور انصاف کو نازل کیا تاکہ لوگ اعتدال پر قائم رہیں)

ابن تیمیہ نے اسی چیز کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

"عقود میں اصل عدل کا قیام ہے جس کے لئے انبیاء کی بعثت ہوئی اور آسمانی کتابیں نازل ہوئیں ـــــ شارع نے سود اور جوئے سے بھی اسی لئے منع کیا ہے کہ ان میں ظلم کا عنصر پایا جاتا ہے" (۱۶)۔

آج کے دور میں افراط زر نے کاغذی زر کی قوت خرید میں کمی کر کے اسے مؤجل ادائیگیوں (Defferd Payments) کے لئے ایک غیر منصفانہ معیار بنا دیا ہے۔ نیز اس کی وجہ سے اس طبقے کو، جو مارکیٹ کے اتار چڑھاو سے باخبر رہتا ہے، عوام کے استحصال کا خوب موقع ملتا ہے۔ افراط زر کے ان مفاسد سے اسلام کے نظام عدل پر شدید زد پڑتی ہے اور متعاقدین میں سے ایک فریق ظلم و استحصال کا شکار بنتا ہے۔ غرض ایسی صورت حال پیدا ہو جاتی ہے جو کسی بھی طور مقاصد شریعت سے مطابقت نہیں رکھتی۔ اس صورت حال میں کہ جب مؤخر مالی معاملے اور معاہدے جن کے وقوع اور وقت ادا کی مدت کے درمیان کرنسی کی قوت خرید میں بہت فرق آ جائے اور صاحب حق کا غبن فاحش سے دوچار ہونا یقینی ہو جائے تو عدد کی ظاہری کثرت کو نظر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

انداز کرتے ہوئے اسلام کے قانون عدل' جو شریعت اسلامیہ کا اصل الاصول ہے کی رعایت کی جائے گی اور صاحب حق کو نقصان سے بچایا جائے گا۔

ایسے معاملات میں عدل و انصاف کا قیام اور استحصال کا خاتمہ تب ہی ممکن ہے جب کہ کاغذی زر' جو کہ مؤجل ادائیگیوں کے لئے ایک غیر منصفانہ معیار بن چکا ہے' کی اشاریہ بندی کر دی جائے۔

(ج) حسن اداء

شریعت میں اس چیز کو مستحسن قرار دیا گیا ہے کہ آدمی قرض کی واپسی کے وقت احساناً زر اصل پر کچھ اضافہ کر دے' بشرطیکہ وہ اضافہ مشروط نہ ہو۔ یہ اضافہ باعتبار صفت کے بھی ہو سکتا ہے اور مقدار کے لحاظ سے بھی۔ ربوا کا اطلاق اس اضافے پر کیا جاتا ہے جو یا تو مشروط ہو یا متعارف ہو۔ صاحب فقہ السنہ نے لکھا ہے کہ:

"فان لم یکن مشروطا ولا متعارفا علیہ فللمقترض ان یقضی خیراً من القرض فی الصفة او یزید علیہ فی المقدار و للمقرض حق الأخذ دون الکراہیة لما رواہ احمد و مسلم و اصحاب السنن عن ابی رافع" (۱۷)

(اگر اضافہ نہ مشروط ہو نہ متعارف تو مقروض کو چاہئے کہ وہ بہتر صورت میں قرض ادا کرے جو باعتبار صفت و مقدار دونوں طرح ہو سکتا ہے اور قرض خواہ کے لئے وہ اضافہ جائز ہو گا)

حضرت ابو رافع کی جس روایت کا حوالہ دیا گیا ہے وہ یہ کہ آپ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ نے اونٹ بطور قرض لیا واپسی کے موقع پر آپ ؐ نے مجھے اونٹ لوٹانے کا حکم دیا تو میں نے عرض کیا کہ اس کا مثل موجود نہیں بلکہ سب اونٹ اس سے اعلیٰ ہیں۔ اس پر آپ ؐ نے فرمایا:

"اعطہ ایاہ فان خیرکم احسنکم قضاء" (۱۸)

(اسے اعلیٰ اونٹ ہی واپس کر دو اس لئے کہ تم میں بہترین شخص وہ ہے جو بہتر ادائیگی کرتا ہو۔)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یہ تو باعتبار صفت اضافے کی مثال تھی' روایات کی رو سے آپ کا عمل مقدار کے اضافے کی صورت میں بھی ثابت ہے۔ حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ میں حضورؐ کے پاس آیا تو آپ مسجد میں تشریف فرما تھے۔ حضورؐ نے مجھے فرمایا دو رکعت نماز ادا کرو۔ میرا کچھ قرض حضورؐ کے ذمہ تھا آپ نے اس پر اضافہ کر کے مجھے واپس کیا (۱۹) ۔

ایک دوسری روایت میں یہ وضاحت ملتی ہے کہ یہ اضافہ ایک قیراط کی صورت میں تھا۔ (۲۰)

ان فرامین نبوی کے پیش نظر علامہ شوکانی نے لکھا ہے کہ:

"اما الزیادة علی مقدار الدین عندالقضاء بغیر شرط ولا اضمار فالظاہر الجواز من غیر فرق بین الزیادة فی الصفة و المقدار و القلیل والکثیر لحدیث ابی ھریرة و ابی رافع و العرباض وجابر بل ھو مستحب۔" (۲۱)

(قرض کی ادائیگی میں جو اضافہ مشروط نہ ہو وہ جائز ہے چاہے وہ صفت کے لحاظ سے ہو یا بلحاظ مقدار' تھوڑا ہو یا زیادہ بمطابق روایت ابوھریرہ وابی رافع وعرباض وجابر بلکہ یہ اضافہ مستحب ہے)

شریعت کے اس واضح موقف کی رو سے لازم ہے کہ حسن اداء کی اس سنت نبوی پر عمل کی ترغیب دی جائے اور:

ھل جزاء الاحسان الا الاحسان (۲۲)

کے خدائی فرمان کی رعایت کی جائے ۔ بجائے اس کے اگر جو کچھ لیا جائے الٹا اسی میں کمی کر دی جائے تو یہ بات سمجھ سے بالاتر ہے۔

(د) بخس و تطفیف کی ممانعت:

معاملات اور ادائیگیوں کے بارے میں شریعت کا نقطہ نظر یہ ہے کہ انہیں بڑی عمدگی سے پورا کیا جائے اور اس سلسلے میں کوئی بھی کسر روانہ رکھی جائے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

"یا ایھا الذین امنوا اوفوا بالعقود۔" (۲۳)

(اے ایمان والو ایفاء عقود کرو)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قرآن و سنت میں کیل و وزن کو پورا رکھنے کی سخت تاکید کی گئی ہے اور دیون میں کمی اور بخس کو گناہ عظیم کہا گیا ہے۔

چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:

"اوفوا الکیل والمیزان بالقسط" (۲۴) نیز "لا تبخسوا الناس اشیائھم" (۲۵)

(ناپ تول کو انصاف کے ساتھ پورا کرو۔ لوگوں کی چیزوں میں کمی نہ کرو۔)

قرآن نے بتایا ہے کہ ایسے لوگوں کے لئے ہلاکت مقدر ہے جو تطفیف کے مرتکب ہوتے ہیں۔ قرآن میں ہے کہ:

"ویل للمطففین الذین اذا اکتالوا علی الناس یستوفون واذا کالوھم او وزنوھم یخسرون" (۲۶)

(ہلاکت ہے ماپ تول میں کمی کرنے والوں کی کہ جب لوگوں سے اپنا حق لیں تو ناپ کر پورا لیں اور جب ان کو ناپ کر یا تول کر دیں تو گھٹا کر دیں)

کیل و وزن ایسے پیمانے اور معیار ہیں جو اشیاء کی قدر کو متعین کرتے ہیں۔ آج کے دور میں زر اعتباری سب سے بڑا اور اہم ترین پیمانہ قدر بن چکا ہے مگر اس کے ساتھ ساتھ افراط زر نے اس کی قوت خرید میں کمی کر کے مؤجل ادائیگیوں میں اس کے پیمانہ و معیار ہونے کے وصف کو ختم کر دیا ہے۔ اشاریہ کی سکیم اس لئے وضع کی گئی ہے کہ اس سے اس نقصان کا ازالہ ہو سکے اور موجل ادائیگیوں میں بھی ایفاء عقود کی اسلامی تعلیمات کو رو بعمل لایا جا سکے۔ اگر زر کاغذی کی قوت خرید میں واقع ہونے والی کمی کا ازالہ نہ کیا جائے تو یہ شرعی نصوص کی خلاف ورزی ہو گی۔

ھ۔ الفاظ کے بجائے حقیقت و معنی کی رعایت:

دیون میں بلکہ تمام عقود میں بالخصوص یہ امر ایک فقہی ضابطہ کے طور پر مسلم ہے کہ الفاظ اور ظاہر سے قطع نظر مقاصد اور حقائق کا اعتبار کیا جاتا ہے۔ چنانچہ یہ فقہی اصل معروف ہے کہ:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"الامور بمقاصدھا" (۲۷)

(ہر بات میں اس کا مقصد دیکھا جائے گا)

اس اصل کی روشنی میں اگر حرمت سود کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہو گا کہ سود کی ممانعت معلول بعلت ہے اور وہ علت ظلم ہے۔ (۲۸)

مولانا اشرف علی تھانوی اپنے رسالہ "کشف الدجی عن وجہ الربا میں لکھتے ہیں کہ:

"وعلۃ حرمۃ الربا کونہ ظلما وغبنا قولہ تعالی فان تبتم فلکم رؤس اموالکم لاتظلمون ولاتظلمون (۲۹) الایۃ فماکان من معاملات المال بحیث یکون الظلم فیہ اکثر کان اولی بکونہ ربا من غیرہ لضرورۃ وجود المعلول مع وجود العلۃ قال ابن رشد (۳۰) فی بدایۃ المجتھد وذلک انہ یظھر من الشرع ان المقصود بتحریم الربا انما لمکان الغبن الکثیر الذی فیہ وان العدل فی المعاملات انما ھو مقاربۃ التساوی۔ (۳۱)

آگے مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"اما دلالۃ النص فبیانھا ان الامۃ والائمۃ قد اجتمعت علی کون حرمۃ الربا معللۃ ٭٭٭٭ وعلۃ حرمۃ الربا انما ھو کونہ ظلما خلاف العدل۔ (۳۲)

(ان عبارات کا حاصل یہ ہے کہ حرمت ربا معلول بعلت ہے جس پر تمام امت اور ائمہ کا اتفاق رہا ہے اور اس کی علت اس کے نتیجے میں حاصل ہونے والا ظلم ہے جو عدل کے خلاف ہے اور قرآن کا حکم باب قرض میں واضح ہے کہ سود سے اس لئے روکا گیا ہے کہ دائن و مدیون دونوں کو ظلم کا شکار ہونے سے بچایا جائے۔ ابن رشد نے بھی بدایہ میں اسی چیز کی وضاحت کی ہے۔)

اشاریہ کی جو سکیم تجویز کی گئی ہے اس کی مختلف صورتوں میں اضافہ محض ظاہری ہے۔ اس بنا پر علت ربا (ظلم) کا اطلاق اس پر ممکن نہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ سکیم اصل میں ازالہ ظلم و ضرر کے لئے وضع کی گئی ہے۔

علامہ ابن قیم نے اس امر کی وضاحت کرتے ہوئے کہ حقائق و مقاصد اور علتیں ترک کر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے محض ظاہری مشابہت کا لحاظ کرنا درست نہیں، لکھتے ہیں:

"لم یحکہ اللہ سبحانہ الاعن المبطلین .... الذین لم یجمعوا بین الاصل والفرع بعلۃ ولا دلیلھا، وانما الحقوا احدھما بالاخر من غیر دلیل جامع سوی مجرد الشبہ الجامع .... والقیاس بصورۃ المجردۃ عن العلۃ المقتضیۃ للتساوی ھو قیاس فاسد۔ (۳۳)

(اللہ نے ان اہل باطل کی سخت برائی بیان کی ہے جو اصل اور فرع کو کسی علت و دلیل کی بناء پر جمع نہیں کرتے، بلکہ محض ظاہری مشابہت کی بنا پر حکم لگا دیتے ہیں۔ اس طرح کا قیاس جو بغیر کسی ایسی علت کے ہو جو اصل و فرع میں حقیقی یکسانیت کی مقتضی ہوتی ہے، وہ فاسد ہو گا۔)

اسی بنا پر علماء نے دو مختلف ممالک کے نوٹوں کی خرید و فروخت میں تفاضل کو جائز کہا ہے اگرچہ وہ دونوں باہم شکل و صورت، حجم اور نام میں بھی یکساں ہوں، اس لئے کہ ان کے مقام اصدار (Issuing Authority) اور قوت خرید میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ بلکہ ایک ہی ملک کے پچاس روپے کے ایک نوٹ کا تبادلہ دس دس روپے کے پانچ نوٹوں کے ساتھ کرنا بھی جائز ہے۔ اب یہاں جس طرح الفاظ اور ظاہر کے بجائے حقیقت حال اور معنی کو پیش نظر رکھا گیا ہے اسی طرح افراط زر کی مختلف صورتوں میں بھی وقت (Time Factor) کا لحاظ ضروری ہے جب کہ لین دین کے اوقات میں قوت خرید کا فرق واضح طور پر سامنے آ جائے۔ کیوں کہ کرنسی نوٹ کے آپس میں تبادلے اور بیع وغیرہ میں بذات خود وہ نوٹ یا ان کی مقدار مقصود نہیں ہوتی بلکہ وہ ظاہری قیمت مقصود ہوتی ہے جس کا وہ نوٹ حامل ہوتا ہے۔ لہٰذا مساوات بھی اس کی قیمت میں ہونی چاہئے۔ اس صورت میں اشاریہ بندی کی وجہ سے جو عددی تفاضل ہو گا وہ محض ظاہری اور برائے نام ہو گا حقیقت میں نہ کوئی تفاضل ہو گا نہ قرض خواہ کو کوئی اضافی فائدہ ملے گا۔ اس سلسلے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان "کل قرض جر نفعا فھو ربا" (۳۴) سے مسئلہ کی حقیقت سمجھی جا سکتی ہے کہ صرف وہی قرض جو نفع کا باعث بنے وہ ممنوع ہے۔ جس قرض میں کچھ نفع نہ ملے بلکہ جو کچھ مقروض کو دیا تھا اسی کے بقدر واپس ملے تو اس صورت کا مسئلہ ربا سے کوئی تعلق نہیں بنتا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اگر فقہاء کرام کی آراء پر نظر کی جائے تو معلوم ہوگا کہ انہوں نے ایسے احوال میں جن کا تعلق عموم بلوی سے ہو، معمولی تفاضل تک کو نظر انداز کیا ہے (جب کہ تفاضل کا قصد نہ کیا گیا ہو۔) امام محمد نے لوگوں کی حاجات کو پیش نظر رکھتے ہوئے روٹی کے معاملہ قرض کو عدداً اور وزناً دونوں طرح جائز قرار دیا ہے۔ احناف کے ہاں فتویٰ اسی قول پر ہے۔ (۳۵) مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ نے بھی اسی بنا پر عددی مماثلت میں سختی کے بجائے تسامح کا پہلو اختیار کیا ہے۔ (۳۶)

اس چیز کی بنیاد روایت عائشہ میں ملتی ہے۔ آپ فرماتی ہیں:

"قلت یارسول اللہ، ان الجیران یستقرضون الخبز و الخمیر، و یردون زیادۃ ونقصانا۔ فقال: لاباس ان ذلک من مرافق الناس ولا یراد بہ الفضل۔ (۳۷)

(میں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ "ہمسائے روٹی اور خمیر قرض لے جاتے ہیں اور کمی بیشی کے ساتھ واپس کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں۔ یہ لوگوں کے باہم حسن سلوک پر مبنی ہے۔ اس سے اضافہ مقصود نہیں ہوتا)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ بعض معاملات قرض میں دفع حرج کے لئے جب واقعی تفاضل یا کمی (جب کہ وہ معمولی اور بلاقصد ہو) جائز ہے تو اشاریہ، جو واپسی میں کمی بیشی کے ازالے کے لئے وضع کیا گیا ہے، کیوں کر ناجائز اور ربا ہو سکتا ہے۔

مذکورہ اصولی بحث سے یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ اشاریہ کی سکیم مقتضاء شرع کے عین مطابق ہے اور آج کے مخصوص معاشی نظام میں رہتے ہوئے یہ ممکن نہیں ہے کہ اس کے بغیر مذکورہ شرعی قواعد و کلیات کی رعایت ہو سکے۔

(ز) اشاریہ بندی کے فوائد:

اشاریہ بندی کے کچھ عمومی فوائد اور دلائل بھی ہیں جنہیں یہاں بالاختصار رقم کیا جاتا ہے۔

(ا) اشاریہ بندی سے قدر زر میں استحکام پیدا ہوتا ہے۔ اس سے افراط زر کے مذموم اثرات اور اس کے بے لگام بہاؤ کے آگے بند قائم ہو جاتا ہے، قرض حسنہ جیسے مستحسن ادارے کو تقویت ملتی ہے، لوگوں میں بچت کا رجحان تقویت پاتا ہے اور سونے، املاک وغیرہ کی شکل میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سرمایے کو جامد کر دینے کا رجحان ختم ہو جاتا ہے۔ نیز قرض کے علاوہ دیگر مؤجل مالی معاہدے کرنے کا بھی لوگوں میں حوصلہ پیدا ہوتا ہے۔

(ii) افراط زر دولت کی غیر منصفانہ تقسیم کا باعث ہوتا ہے کیوں کہ اس سے مقررہ آمدنی والے طبقے کی آمدنیاں کم ہو جاتی ہیں۔ اجرتوں کے اشاریے سے اس بے انصافی کا ازالہ کیا جا سکتا ہے، اور ملازمین کی اجرتوں اور تنخواہوں کا تحفظ کیا جا سکتا ہے۔

(iii) اس کے علاوہ معاشی ترقی کے اس دور میں یہ چیز عملاً بہت عام ہو گئی ہے کہ امیر ہی غریب سے قرض لیتا ہے۔ بڑی بڑی کمپنیوں کے مالک، تجار اور صنعت کار جس روپے کی بنیاد پر کاروبار چلاتے ہیں وہ غریب عوام کی محنت و مشقت سے کمائی ہوئی دولت ہوتی ہے جو وہ بنکوں میں جمع کراتے ہیں۔ یہ کتنا غیر منصفانہ عمل ہو گا کہ امیر لوگ ان کے قرض سے نفع کمانے کے علاوہ ان کا مزید استحصال بھی کریں۔ ایک منصفانہ معاشی نظام میں ان امور کی رعایت بہت ضروری ہے۔

(iv) اشاریہ کا ایک اہم فائدہ یہ ہے کہ اس کے ذریعے معاشی سرگرمیوں کو بے یقینی اور انتشار سے بچایا جا سکتا ہے۔ بالخصوص آجر اور اجیر کے مابین اجرت کی تعیین میں کسی فریق سے زیادتی کا امکان نہیں رہتا۔ چونکہ اجیر اپنے بے شمار وسائل کی بنا پر اس پوزیشن میں ہوتا ہے کہ وہ مستقبل کے متوقع افراط زر کا بہتر اندازہ اور بہتر منصوبہ بندی کر سکے۔ للذا نتیجۃً اجیر ہی بالعموم استحصال کا شکار رہتے ہیں۔ اشاریہ بندی سے اس قبیحہ کا سد باب ہو سکتا ہے۔

(v) پنشنیں اور سماجی تحفظ کی ادائیگیاں (Social Security Payments) افراط زر کی وجہ سے اپنی قوت خرید کھو دیتی ہیں۔ اگر ان رقوم کا اشاریہ کر دیا جائے تو ایک ضعیف و ناتواں معاشرتی طبقے کی کچھ اشک شوئی ہو سکتی ہے۔ اسی طرح لمبی مدت کے معاہدوں، مہر موجل اور بیع سلم وغیرہ کی صورتوں میں اشاریہ کو روبعمل لانا ضروری ہے۔

(vi) غیر اشاریہ شدہ (unendaxed) ٹیکسوں کا نظام بھی کئی قباحتوں کا موجب ہوتا ہے۔ جب افراط زر کی وجہ سے آمدنیوں میں اضافہ ہوتا ہے (جو محض ظاہری ہوتا ہے) تو ایسی آمدنیاں جو پہلے قابل ٹیکس (Taxable) نہ تھیں اب قابل ٹیکس ہو جاتی ہیں۔ نیز کم ٹیکس ادا کرنے والوں کے ٹیکس میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ ٹیکسوں کے اشاریے سے اس غیر منصفانہ طریق کار کا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

خاتمہ ہو جاتا ہے۔

اشاریہ کے مذکورہ فوائد اور اس سکیم کے مقاصد شریعت سے ہم آہنگ ہونے کے علاوہ یہ چیز بھی لائق توجہ ہے کہ یہ فقہاء کے اجتہادات سے بھی متصادم نہیں ہے۔ فقہ اسلامی کے ذخائر میں اس موقف کے لئے بے شمار شواہد و مویدات ملتے ہیں۔ اس باب میں فقہی آراء پر مستقلاً ایک مقالہ تحریر کیا گیا ہے جو "قدر زر کے مختلف النوع تغیرات ۔ فقہی آراء کی روشنی میں" کے عنوان کے تحت ان شاء اللہ اگلے شمارے میں منظر عام پر آئے گا۔

حواشی و حوالہ جات

۱۔ الغزالی، ابو حامد، "احیاء علوم الدین": مکتبہ البابی الحلبی، القاہرہ، ۱۳۵۸ھ، ج ۴، ص ۹۶ ۔ ۹۷

۲۔ مالک بن انس، "مدونۃ الکبری": دار الفکر، بیروت، ۱۳۹۸ھ، ج ۳ ص ۹۰۔۹۱

۳۔ تھانوی، اشرف علی: امداد الفتاوی، مکتبہ دار العلوم، کراچی، ۱۳۸۵ھ، ص ۵۔

۴۔ تکملہ فتح الملہم ج ۱ ص ۵۱۹

5- *Encyclopaedia Britannica, 15th ed., P.335, University of Chicago, 1987.*

۶۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:

(i) "فتح القدیر": ابن ہمام، مطبعہ مصطفیٰ محمد، قاہرہ، د۔ت، ج ۷ ص ۴

(ii) "بدایۃ المجتہد": ابن رشد، دار قہرمان للنشر والتوزیع، استنبول، ۱۹۸۵ء، ج ۱ ص ۱۳۰

(iii) "مجموع نووی": النووی، محی الدین، المکتبہ السلفیہ، المدینہ المنورۃ، د۔ت، ج ۹ ص ۳۹۵

(iv) "المغنی": ابن قدامہ، دار الکتاب العربی، بیروت، ۱۳۹۲ھ، ج ۴ ص ۷۵

۷۔ محمد بن ادریس، "الام": الشافعی، کتاب الشعب، قاہرہ، د۔ت، ج ۳ ص ۹۸۔ ۹۹

۸۔ (i) کتاب الام ج ۳، ص ۹۸

(ii) المغنی ج ۴، ص ۵۰

۹۔ جیسا کہ "مجمع الفقہ الاسلامی" کی ایک قرار داد میں زر کاغذی کے بارے میں کہا گیا ہے کہ: "انہا نقود اعتباریۃ فیہا صفۃ الثمنیۃ کاملۃ ولہا الاحکام الشرعیۃ المقررۃ للذہب والفضۃ من حیث احکام الربا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

والزكاة والسلم وسائر احكامها" (مجمع الفقه الاسلامی: ۳۸) (یعنی زر کاغذی میں چونکہ صفت ثمنیت کامل ہوتی ہے اس لئے اس پر وہ تمام احکام جو سونے چاندی سے متعلق ہیں اس پر بھی لاگو ہوتے ہیں۔)

۱۰۔ بخاری، محمد بن اسمٰعیل، "الجامع الصحیح": دار الحدیث، قاہرہ، د ت، حدیث ۳۶ باب ۸

۱۱۔ مسلم، "الصحیح" الشعب، القاہرہ، د ت، حدیث ا، باب ۲۵۲

۱۲۔ درخت کی ایک قسم ہے

۱۳۔ احمد بن حنبل، "مسند" المکتب الاسلامی، بیروت، ط ۲، ۱۳۹۸ھ ج ۳ ص ۸۰

۱۴۔ اشاریہ ایک نمبر ہے جو یہ ظاہر کرتا ہے کہ قیمتوں یا تنخواہوں یا کسی اور معاشی پیمانے میں مرور وقت کے باعث کتنی تبدیلی واقع ہوئی ہے

("Economics:" Paul Wonnacott and Ronald Wonnacatt, 3rd ed. Mcgraw-Hill, New Yark, 1986, P. 127)

۱۵۔ "القرآن": ۵۷ : ۲۵ (ترجمہ: ہم نے پیغمبروں کو واضح احکام دے کر بھیجا اور ہم نے ان کے ساتھ کتاب اور انصاف کو نازل کیا تاکہ لوگ اعتدال پر قائم رہیں۔)

۱۶۔ ابن تیمیہ، تقی الدین احمد، "مجموع الفتاوی" ریاض ۱۳۹۸ھ، ج ۲۰ ص ۵۱۰

۱۷۔ سید سابق، "فقہ السنہ" دار الکتاب العربیہ، بیروت، لبنان، ج ۳، ص ۱۲۸

۱۸۔ بخاری، ا: ۳۲۲

۱۹۔ ایضاً

۲۰۔ ایضاً: ۳۱۰

۲۱۔ الشوکانی، "نیل الاوطار" مکتبہ البابی الحلبی، القاہرہ، د ت، ج ۵ ص ۳۵۰

۲۲۔ "القرآن": ۵۵ : ۶۰ (ترجمہ: بھلا احسان کا بدلہ بجز احسان کے اور بھی کچھ ہو سکتا ہے)

۲۳۔ "القرآن": ۵: ۱ (ترجمہ: اے ایمان والو! ایفاء عقود کرو)

۲۴۔ "القرآن": ۶: ۱۵۲ (ترجمہ: ناپ تول کو انصاف کے ساتھ پورا کرو۔

۲۵۔ "القرآن": ۱۱: ۸۵ (ترجمہ: لوگوں کی چیزوں میں کمی نہ کرو)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۲۶۔ "القرآن" : ۸۳ : ۱ (ترجمہ: ہلاکت ہے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کی جب لوگوں سے اپنا حق لیں تو ناپ کر پورا لیں اور جب ان کو ناپ یا تول کر دیں تو گھٹا کر دیں)

۲۷۔ "مجلّہ الاحکام العدلیہ" : دفعہ : ۳ (ترجمہ: ہر بات میں اس کا مقصد دیکھا جائے گا)

۲۸۔ جیسا کہ ابن تیمیہ کا قول ابھی ذکر ہوا کہ "والشارع نهی عن الربا لما فيه من الظلم"

۲۹۔ "القرآن" ۲: ۲۷۹

۳۰۔ "ہدایہ" : ج ۳ ص ۷۹

۳۱۔ اشرف علی تھانوی مولانا "کشف الدجی عن وجہ الربا" معلق بامداد الفتاوی ج ۳، ص ۱۸۳

۳۲۔ ایضاً

۳۳۔ ابن القیم الجوزیہ، "اعلام الموقعین" المکتبہ التجاریہ الکبری، القاہرہ، ۱۳۷۴ھ ج ۱ ص ۱۳۸

۳۴۔ الشوکانی، محمد بن علی "نیل الاوطار" : ج ۵ ص ۲۳۲

۳۵۔ (i) السمرقندی، "تحفۃ الفقہاء" دار الفکر، دمشق، ج ۲ ص ۱۹

(ii) ابن عابدین، "ردالمحتار علی الدر المختار" دار الفکر، بیروت، ۱۳۹۹ھ ج ۴ ص ۱۹۵

(iii) ابن ہمام، "فتح القدیر" : ج ۵ ص ۲۹۹

۳۶۔ (i) الدسوقی، شمس الدین، "حاشیہ الدسوقی" دار احیاء الکتب العربیہ، البابی الحلبی، مصر، ج ۳ ص ۲۲۲

(ii) الشیرازی، ابو اسحق، "المہذب" مطبعہ البابی الحلبی، مصر، ج ۱، ص ۳۰۴۔

(iii) الشربینی، الخطیب، "مغنی المحتاج" مطبعہ البابی الحلبی، مصر، ج ۲ ص ۱۱۹۔

(iv) "المغنی" : ۴: ۳۱۹

۳۷۔ بحوالہ "المغنی" ج ۴ ص ۳۱۹۔ اسی مفہوم کی حامل روایت معاذ بن جبل ہے کہ: انہ سئل عن استقراض الخبز والخمیر فقال سبحان الله انما هو من مکارم الاخلاق فخذ الکبیر، واعط الصغیر، وخذ الصغیر واعط الکبیر، خیرکم احسنکم قضاء سمعت رسول الله یقول بذالک۔"

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

46

ادع إلى سبيل ربك بالحكمة والموعظة الحسنة

© rasailojaraid.com